# تفسیر نور العرفان (قسط ۱۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

① مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب (۱۹۷۱ء) لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ قرآن لفظ و معنی دونوں کا نام ہے، لہٰذا قرآن کا ترجمہ قرآن نہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص444)

مفتی صاحب کی یہ بات بالکل درست ہے، یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے، لیکن یہ مفتی صاحب کے اپنے ہی مذہب کے خلاف ہے، کیونکہ متکلمین کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے قرآن کو صوت و حروف سے تکلم نہیں کیا، قرآن کریم کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے نہیں۔

② مفتی صاحب سورت نحل (۱۰۶) کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ ساری آیت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی کہ کفار نے انہیں اور ان کے والد یاسر، والدہ سمیہ کو پکڑ لیا اور ان کے والدین کو نہایت ہی بے دردی سے قتل کر دیا......''

(تفسیر نور العرفان، ص444)

یہ روایت تفسیر ابن جریر (۳۷۴/۱۴)، طبقات ابن سعد (۲۴۹/۳)، مستدرک حاکم (۳۵۷/۲)، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم (۱۴۰/۱) میں آتی ہے۔ یہ مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

③ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''مچھلی اور ٹڈی کا ذبح واجب ہی نہیں، لہٰذا یہ میتہ میں داخل نہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص446)

مچھلی اور ٹڈی میتہ ہیں۔ حدیث میں انہیں میتہ قرار دیا گیا ہے، البتہ ان کا کھانا حلال ہے، یہ دونوں مذبوح ہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحَلَالُ مَيْتَتُهُ .

''سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 361/2، موطأ الإمام مالك : 22/1، سنن أبي داوٗد : 83، سنن النّسائي : 59، سنن التّرمذي : 69، سنن ابن ماجه : 386-3246، وسندہٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۴۳) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۱۱)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۲۴۳)، حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ (التّلخیص الحبیر لابن حجر: ۱/۱۰) حافظ بغوی رحمہ اللہ (شرح السنہ: ۵۶/۲، ح: ۲۸۱) اور حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع: ۸۲/۱) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ابن منذر رحمہ اللہ (الاوسط: ۲۴۷/۱) نے ''ثابت'' کہا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ؛ الْجَرَادُ وَالْحِيتَانُ وَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ .

''ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کر دیے گئے ہیں؛ (مردار میں) ٹڈی اور مچھلی، (اور خون میں) جگر اور تلی۔''

(السّنن الكبرى للبيهقي : 1196، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

④ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''لا چاری کی دو صورتیں ہیں؛ ایک یہ کہ بھوک سے مر رہا ہو، حرام کے سوا کوئی چیز نہیں، کہ کھائے۔ دوسرے یہ کہ سخت بیمار ہے اور مسلمان متقی حاذق طبیب کہہ دے کہ تیری شفا اس حرام کے سوا کسی میں نہیں، ان دونوں صورتوں میں بقدر ضرورت حرام کھا لینا جائز ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص446)

پہلی صورت میں بقدر ضرورت حرام کھانے کی اجازت ہے، دوسری صورت میں حرام کھانے کی اجازت نہیں، کیونکہ حرام میں شفا نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَ كُمْ فِيمَا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ .

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حرام میں شفا نہیں رکھی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 23/7، وسندہٗ حسنٌ)

⑤ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''جو میلاد شریف کی شیرینی، فاتحہ کے کھانے بغیر ثبوت حرام کہتے ہیں، وہ جھوٹے ہیں، یہ تمام چیزیں حلال ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص446)

میلاد اور فاتحہ خوانی کرنا بدعت ہیں، اسلاف امت ان سے ناواقف تھے۔ میلاد کی شیرینی اور فاتحہ کا کھانا حرام نہیں، لیکن اس لیے نہیں کھانا چاہیے کہ اس میں بدعت کی حوصلہ

افزائی ہے اور گناہ میں تعاون ہے۔

⑥ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''آپ (ابراہیم علیہ السلام) کے ہاں پانچ ہزار کتے جانوروں کی حفاظت کے لیے تھے، جن کے گلے میں سونے کے طوق تھے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص447)

ایسا کچھ ثابت نہیں۔

⑦ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''تمام جنتیوں میں آپ (ابراہیم علیہ السلام) کے چہرے پر داڑھی ہوگی۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص447)

ثابت نہیں۔

⑧ مفتی صاحب سورت نحل (١٢٦) کے تحت لکھتے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ میں ایک حمزہ کے بدلہ میں ستر کافروں کو قتل کر کے ان کا مثلہ (ناک، کان کاٹنا) کروں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، حضور نے یہ ارادہ چھوڑ دیا اور قسم کا کفارہ دیا۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص448)

یہ روایت مسند بزار (کشف الاستار: ١٧٩٥) میں آتی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

١۔ صالح بن بشیر مری ضعیف ہے۔

٢۔ سلیمان بن طرخان تیمی مدلس ہیں۔

٣۔ ابوعثمان مجہول الحال ہے۔

❁ اس روایت کا ایک ضعیف شاہد بھی ہے۔

(تفسیر الطّبري : 132/14)

۱۔ محمد بن اسحاق کا عنعنہ ہے۔

۲۔ ان کے اساتذہ مبہم و نامعلوم ہیں۔

۳۔ عطاء بن یسار تابعی ہے، بلا واسطہ نبی کریم ﷺ سے بیان کر رہا ہے، لہٰذا سند مرسل ہے۔

⑨ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''جو کوئی اس اسم الٰہی کا وظیفہ کرے، یعنی سبحان یا یا سبحان پڑھا کرے، اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے پاک فرمائے گا۔ ہر اسم الٰہی کی تجلی عامل پر پڑتی ہے، جو یاغنی کا وظیفہ پڑھے، خود غنی اور مالدار ہو جاوے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص449)

سبحان اسم الٰہی نہیں، لہٰذا اس کا وظیفہ نہیں۔ اسی طرح یاغنی بھی وظیفہ نہیں۔ اسمائے حسنٰی کا ورد وظیفہ نبی کریم ﷺ، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین سے ثابت نہیں۔ وہ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے تھے۔ علما کہتے ہیں کہ یہ گمراہ اور ملحد باطنی صوفیوں کا وظیفہ ہے۔ اہل سنت والجماعت میں سے کوئی بھی لفظ جلالہ کے وظیفہ کا قائل نہیں۔

⑩ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور کے جسمانی معراج کا ذکر ہے، جو نبوت کے گیارہویں سال تقریباً ۶۲۱ عیسوی میں ستائیسویں رجب پیر کی آخری رات بیداری کی حالت میں ہوئی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص449)

نبی کریم ﷺ کو جسمانی معراج ہوئی۔ سال، مہینے اور تاریخ کا تعین ثابت نہیں۔ البتہ مکی دور کے آخر میں کسی رات کے ایک حصہ میں ہوا۔

❁ **علامہ ابوشامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۶۵ھ) لکھتے ہیں:**

ذَكَرَ بَعْضُ الْقَصَّاصِ أَنَّ الْأَسْرٰى كَانَ فِي رَجَبَ وَذَالِكَ عِنْدَ أَهْلِ التَّعْدِيلِ وَالتَّجْرِيحِ عَيْنُ الْكَذِبِ .

**''بعض قصہ گو نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو معراج ماہِ رجب میں ہوئی۔ محققین کے ہاں یہ صریح جھوٹ ہے۔''**

(الباعث على إنكار البدَع والحَوادث، ص 116)

❁ **شیخ الاسلام، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:**

لَمْ يَقُمْ دَلِيلٌ مَّعْلُومٌ لَّا عَلٰى شَهْرِهَا وَلَا عَلٰى عَشْرِهَا وَلَا عَلٰى عَيْنِهَا، بَلِ النُّقُولُ فِي ذٰلِكَ مُنْقَطِعَةٌ مُّخْتَلِفَةٌ لَّيْسَ فِيهَا مَا يُقْطَعُ بِهٖ، وَلَا شُرِعَ لِلْمُسْلِمِينَ تَخْصِيصُ اللَّيْلَةِ الَّتِي يُظَنُّ أَنَّهَا لَيْلَةُ الْإِسْرَاءِ بِقِيَامٍ وَّلَا غَيْرِهٖ .

**''ایسی کوئی دلیل موجود نہیں، جس سے معراج کا مہینہ، عشرہ یا تاریخ کا علم ہو سکے، بلکہ اس کے متعلق جتنی روایات وارد ہیں، ساری کی ساری منقطع اور ضعیف ہیں، کوئی بھی قابل استناد نہیں۔ جس رات کو لیلۃ الاسرا کا نام دیا جاتا ہے، اس میں بطور خاص شب بیداری یا کوئی اور عبادت کرنا مشروع نہیں۔''**

(زاد المَعاد في هدي خير العِباد لابن القيّم :58/1)

(۱۱) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ بتایا کہ معراج میں ہم (اللہ تعالیٰ) محبوب کے ساتھ تھے، ساتھ رہے، ساتھ لے گئے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص449)

بے ثبوت بات ہے۔

⑫ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اپنے حبیب کو آسمان اور لامکان میں بلا کر وہ آیتیں دکھائی، جو اور تمام رسولوں نے سنی تھیں......۔''

(تفسیر نور العرفان، ص449)

❀ نیز سورت بنی اسرائیل (٦٠) کے تحت لکھتے ہیں:

''حضور نے معراج میں آیات الٰہیہ بیداری میں لامکان پر جا کر دیکھی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص459)

یہ گمراہی اور الحاد پر مبنی بات ہے۔ نبی کریم ﷺ کو معراج کرایا گیا، آپ ساتوں آسمانوں پر گئے، سدرۃ المنتہٰی تک پہنچے۔ جنت وجہنم کے مناظر دیکھے۔ لامکان کیا ہے؟ یہ گمراہوں کی اختراع ہے۔ اہل سنت والجماعت لامکان سے ناواقف ہیں۔

⑬ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''ان آیات کے دیکھنے اور بلاواسطہ رب کے دیدار وکلام کی تاب صرف اسی میں ہے، لہٰذا معراج صرف اسے ہی کرائی گئی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص449)

نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا۔ دیدار پر کوئی دلیل نہیں۔

⑭ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''یہاں وکیل سے مراد کچہریوں کے وکیل نہیں، بلکہ یا تو مراد معبود ہے، یا حقیقی مشکل کشا، کارساز۔ ورنہ مجازی مشکل کشا اور کارساز بندے بھی ہوتے ہیں،

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: میں آنکھوں کو آنکھیارہ، کوڑھیوں کو اچھا کرسکتا ہوں۔ یوسف علیہ السلام کی قمیص نے یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں روشن کر دیں، کیسی مشکل کشائی اور کارسازی کی۔''

(تفسیرنورالعرفان،ص449)

یہ عیسیٰ علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام کے معجزات ہیں۔ معجزات من جانب اللہ ہوتے ہیں، جو نبی کی نبوت کی صداقت پر دلیل ہوتے ہیں۔ ان پر انبیا کا اختیار نہیں ہوتا۔ لہٰذا معجزات کو دلیل بنا کر یہ کہنا کہ پیغمبر مشکل کشا اور کارساز ہیں، نادانی ہے۔ اگر ایسے ہے، تو عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں، مشکل کشائی، حاجت روائی اور کارسازی کے لیے ان کی پکار کیوں نہیں کی جاتی؟ زندہ نبی کو چھوڑ کر مردوں کی پکار کیوں کی جاتی ہے؟

مافوق الاسباب اُمور میں مشکل کشائی اور کارسازی میں حقیقی اور مجازی کا کوئی تصور نہیں۔ حقیقی مشکل کشا اور کارساز اللہ تعالیٰ ہے۔ کوئی مجازی مشکل کشا اور کارساز نہیں۔

⑮ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''نوح علیہ السلام کا یشکر تھا، آپ خوف الٰہی میں گریہ وزاری کرتے تھے، اس لیے آپ کا لقب ''نوح'' نوحہ کرنے والا ہوا۔''

(تفسیرنورالعرفان،ص450)

نوح علیہ السلام کا نام قرآن وحدیث میں ''نوح'' ذکر ہوا ہے۔ آپ کے نام کا معنی نوحہ کرنے والا کرنا، صریح غلطی ہے۔ لگتا ہے کہ یہ اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہے، جو گمراہ صوفیوں کے ہاتھ لگ گئی ہے۔

⑯ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''ایمان جڑ ہے، اعمال شاخیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص452)

اہل سنت والجماعت جڑ اور شاخوں کی بات نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک اعمال جزو ایمان ہیں۔

⑰ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ اگر بعض ورثا نابالغ ہوں، تو میت کے مال سے فاتحہ وغیرہ نہ کی جاوے، نہ وہ کھانا کسی کو حلال ہے، بلکہ بالغ ورثا اپنے حصے سے یہ کارِ خیر کریں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص454)

ورثا بالغ ہوں یا نابالغ، فاتحہ کا کوئی شرعی جواز نہیں۔ اگر اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں ہوتا، تو اسلاف امت ضرور اس پر عمل کرتے۔ ان کا عمل نہ کرنا دلیل ہے کہ یہ دین نہیں، بلکہ ایجاد دین ہے۔

⑱ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے حضور کو دیکھا، کبھی اپنی شرمگاہ کو نہ دیکھا، حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ جب سے میں اسلام لایا، کبھی جھوٹ نہ بولا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص455)

دونوں قول ثابت نہیں۔

⑲ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''ان تسبیحوں کی تاثیروں میں فرق ہے، اس ہی لیے سبزے کی تسبیح سے میت کے عذاب قبر میں تخفیف ہوتی ہے، اگرچہ خود کفن اور قبر کی مٹی بھی تسبیح پڑھ رہی

ہے، اس لیے قبروں پر پھول وسبزہ ڈالتے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص456)

سبزے کی تسبیح سے میت کے عذاب قبر میں تخفیف نہیں ہوئی، بلکہ یہ تخفیف نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے ہوئی۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي مَرَرْتُ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ، فَأَحْبَبْتُ بِشَفَاعَتِي أَنْ يُرَفَّهَ ذَاكَ عَنْهُمَا، مَا دَامَ الْغُصْنَانِ رَطْبَيْنِ .

''میں دو قبروں کے پاس سے گزرا، جن (کے مردوں) کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ میں نے اپنی شفاعت کی وجہ سے چاہا کہ یہ عذاب ان سے ہلکا ہو جائے، جب تک دونوں ٹہنیاں تر رہیں۔''

(صحیح مسلم : 3012)

رسولِ اکرم ﷺ نے تو دو گناہگار لوگوں کی قبروں پر کھجور کی ٹہنیاں گاڑی تھیں، ظاہر ہے کہ قبریں کچی تھیں، تب ہی ٹہنیاں ان پر گڑ گئیں اور یہ آپ ﷺ کا خاصہ تھا، تو کیا پکی قبروں پر ٹہنیوں کا گڑ جانا ممکن ہے؟ اہل خرد سے سوال ہے کہ اس حدیث کے کسی بھی لفظ سے اولیاء اللہ کی قبروں پر پھول چڑھانے کا جواز نکلتا ہے؟ اگر اس بدعت کو مذکورہ حدیث دلیل کی وجہ سے سند جواز فراہم کیا جاتا، تو چاہیے تھا کہ گناہگاروں کی قبروں پر پھول چڑھائے جاتے، لیکن پہلے یہ بدعت ایجاد ہوئی، بعد میں اس کے دفاع میں ایک حدیث کو تختہ مشق بنایا، اسی لیے یہ تناقض لازم آیا۔

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

كَذٰلِكَ مَا يَفْعَلُهُ أَكْثَرُ النَّاسِ مِنْ وَّضْعِ مَا فِيهِ رَطُوبَةٌ مِنَ الرَّيَاحِينَ وَالْبُقُولِ وَنَحْوِهِمَا عَلَى الْقُبُورِ، لَيْسَ بِشَيْءٍ .

''اسی طرح اکثر لوگ قبروں پر جو پھول اور سبزیوں وغیرہ جیسی تر چیزیں رکھتے ہیں، بے فائدہ اور بے بنیاد ہے۔''

(عُمدة القاري : 3/121)

معلوم ہوا کہ قبروں پر پھول چڑھانا بے دلیل بلکہ لغو اور عبث ہے۔ اس کے حرام وناجائز اور بدعت سیئہ ہونے میں شبہ نہیں۔

حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُ مِنْ نَّاحِيَةِ التَّبَرُّكِ بِأَثَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدُعَائِهٖ بِالتَّخْفِيفِ عَنْهُمَا، وَكَأَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ مُدَّةَ بَقَاءِ النَّدَاوَةِ فِيهِمَا حَدًّا لِّمَا وَقَعَتْ بِهِ الْمَسْأَلَةُ مِنْ تَخْفِيفِ الْعَذَابِ عَنْهُمَا، وَلَيْسَ ذٰلِكَ مِنْ أَجْلِ أَنَّ فِي الْجَرِيدِ الرَّطْبِ مَعْنًى لَّيْسَ فِي الْيَابِسِ، وَالْعَامَّةُ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْبُلْدَانِ تَفْرِشُ الْخُوْصَ فِي قُبُورِ مَوْتَاهُمْ، وَأَرَاهُمْ ذَهَبُوا إِلٰى هٰذَا، وَلَيْسَ لِمَا تُعَاطُوهُ مِنْ ذٰلِكَ وَجْهٌ .

''ان دونوں کو عذاب قبر میں تخفیف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر و برکت اور دعا کی وجہ سے ہوئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تخفیف عذاب کی حد ٹہنیوں کے تر رہنے تک اس لیے بیان کی کہ آپ نے تخفیف کی دعا اتنے ہی عرصے کے بارے میں کی

تھی، یہ حد اس لیے بیان نہیں کی گئی کہ تر ٹہنی میں کوئی تاثیر تھی جو خشک میں نہ تھی۔ بہت سے علاقوں میں عام لوگ اپنے مُردوں کی قبروں میں کھجور و ناریل وغیرہ کے پتے بچھاتے ہیں، میرے خیال میں ان کے مدنظر یہی بات ہوتی ہے حالانکہ ان کے اس کام کا کوئی جواز نہیں۔''

(مَعالم السّنن : 27/1)

۲۰ مفتی صاحب سورت بنی اسرائیل (۴۶) کے تحت لکھتے ہیں:

''جب آیت ﴿تَبَّتْ يَدَا﴾ نازل ہوئی، تو ابولہب کی بیوی جمیلہ (اُم جمیل) پتھر لے کر وہاں آئی، جہاں حضور انور ﷺ حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اس نے حضور کو نہ دیکھا، ابو بکر صدیق کو دیکھا اور آپ سے بولی کہ تمہارے آقا کہاں ہیں؟ وہ میری ہجو کرتے ہیں، صدیق اکبر نے فرمایا کہ شعر گوئی نہیں کرتے۔ وہ یہ کہتی ہوئی واپس ہوئی کہ میں ان کا سر کچلنے کے لیے یہ پتھر لائی تھی۔ ابو بکر صدیق نے حضور سے دریافت کیا کہ اس نے حضور کو نہ دیکھا، کیا وجہ ہوئی؟ سرکار نے فرمایا کہ رب تعالیٰ نے میرے اور اس کے درمیان ایک فرشتہ حائل فرما دیا۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص456)

❀ یہ روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

(مسند البزّار : 15، مسند أبي يعلى : 2358، صحيح ابن حبان : 6511)

سند ضعیف ہے۔ عطاء بن سائب مختلط ہیں، عبدالسلام بن حرب نے ان سے اختلاط کے بعد سماع کیا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ (۱۱/۴۹۹) اور دلائل النبوۃ لابی نعیم (۱۴۰) والی سند بھی ضعیف ہے۔ محمد بن فضیل نے عطاء بن سائب سے بعد از اختلاط روایت لی ہے۔

❀ یہ روایت سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

(مسند الحميدي : 323)

اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ ابن تدرس کون ہے؟ معلوم نہیں۔ اگر یہ محمد بن مسلم بن تدرس مکی ہے، تو یہ مدلس ہے، نیز اسماء بنت ابی بکر سے سماع ثابت نہیں۔

(۲۱) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''زبور میں ڈیڑھ سو سورتیں تھیں، مگر ان میں دعائیں اور عملیات تھے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص458)

اس دعویٰ پر کیا دلیل ہے؟

(۲۲) مفتی صاحب سورت بنی اسرائیل (۵۶) کے تحت لکھتے ہیں:

''کفارِ عرب ایک بار سخت قحط میں مبتلا ہوئے، یہاں تک کہ کتے اور مردار کھا گئے، تو حضور کی بارگاہ میں فریادی ہوئے اور حضور سے دعا کی التجا کی، اس پر یہ آیت کریمہ اُتری۔''

(تفسیر نور العرفان، ص458)

واقعہ بے اصل ہے۔

(۲۳) مفتی صاحب سورت بنی اسرائیل (۷۱) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی صالح کو اپنا امام بنالینا چاہیے، شریعت میں تقلید کر کے اور طریقت میں بیعت کر کے، تاکہ حشر اچھوں کے ساتھ ہو۔ اگر کوئی صالح امام نہ ہوگا، تو اس کا امام شیطان ہوگا۔ اس آیت میں تقلید اور

بیعت، مریدی سب کا ثبوت ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص461)

تقلید اور بیعت کا کوئی شرعی جواز نہیں۔ تقلید جاہل اور گمراہ قوموں کا شعار ہے۔ دین میں تقلید کی وجہ سے بگاڑ آیا ہے۔ اسلاف اُمت میں سے کوئی بھی تقلید کے جواز کا قائل نہیں، البتہ اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ تقلید جہالت وضلالت ہے۔ تقلید کا مطلب ہے کہ اُمتی کی بات کو بغیر دلیل کے دین بنا لینا۔

رہا بیعت کا مسئلہ، تو شرعی بیعت نبی یا خلیفہ کی ہوتی ہے۔ البتہ کوئی عالم کسی عامی سے پختہ عہد ووعدہ لیتا ہے کہ آپ نماز نہیں چھوڑیں گے، وغیرہ، تو یہ جائز ہے۔

مروجہ بیعت کا کوئی ثبوت نہیں۔ کسی تابعی کا صحابی کی بیعت کرنا، کسی تبع تابعی کا تابعی کی بیعت کرنا ثابت نہیں۔ اسی طرح ائمہ مسلمین میں سے کوئی بھی بیعت کا قائل نہیں۔ بیعت کے سلسلے جائز اور ثابت نہیں، جیسے بعض اہل بدعت اپنے آپ کو قادری، نقشبندی، سہروردی، چشتی، وغیرہ جیسے سلسلوں کی طرف منسوب کرتے ہیں، یا خانقاہوں سے وابستہ لوگوں کے ہاتھ پر بیعت ہوتے ہیں، وغیرہ۔ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ میں فلاں صاحب کا بیعت ہوں، میں نے ان کی مریدی کا طوق اپنے گلے میں ڈال رکھا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

(۴۴) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''خیال رہے کہ نماز پڑھنا کمال نہیں، بلکہ نماز قائم کرنا کمال ہے، اس لیے رب نے ہر جگہ نماز قائم کرنے کا حکم دیا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص462)

نماز پڑھنے کا بھی حکم ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾(الکوثر : ٢)

''اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور اسے کے لیے ذبح کیجئے۔''

❁ اہل جنت اہل جہنم سے سوال کریں گے کہ تم جہنم میں کیسے؟ تو کہیں گے:

﴿لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ﴾(المدّثر : ٤٣)

''ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے۔''

یہاں نماز پڑھنے کی بات ہو رہی ہے، نہ کہ قائم کرنے کی۔

㉕ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ تہجد کے لیے پہلے کچھ سونا شرط ہے، کہ بغیر سوئے تہجد نہیں، بعد میں بھی کچھ سو لینا سنت ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص462)

بے دلیل ہے۔ تہجد کے لیے سونا شرط نہیں۔ بغیر سوئے بھی تہجد پڑھنا جائز ہے۔

㉖ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ پر نماز تہجد فرض تھی، حضور کی اُمت پر سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، کہ اگر بستی میں ایک بھی پڑھ لے، سب کی طرف سے ادا ہو جائے گی اور اگر کسی نے نہ پڑھی، تو سب سنت کے تارک ہوئے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص462)

تہجد مستحب اور مسنون ہے، پہلے فرض تھی، بعد میں فرضیت منسوخ ہوگئی:

❁ سعد بن ہشام رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا:

أَنْبِئِينِي عَنْ قِيَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: أَلَسْتَ تَقْرَأُ: يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ؟ قُلْتُ: بَلٰى، قَالَتْ: فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ افْتَرَضَ قِيَامَ اللَّيْلِ فِي أَوَّلِ هٰذِهِ السُّورَةِ، فَقَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ حَوْلًا، وَأَمْسَكَ اللّٰهُ خَاتِمَتَهَا اثْنَيْ عَشَرَ شَهْرًا فِي السَّمَاءِ، حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ فِي آخِرِ هٰذِهِ السُّورَةِ التَّخْفِيفَ، فَصَارَ قِيَامُ اللَّيْلِ تَطَوُّعًا بَعْدَ فَرِيضَةٍ.

**''رسول اللہ ﷺ کے قیام کی بابت کچھ فرمائیں؟ فرمایا: سورت مزمل نہیں پڑھی آپ نے؟ عرض کیا: جی پڑھی ہے، فرمایا: اس سورت کے آغاز میں اللہ نے قیام اللیل فرض قرار دیا ہے۔ یہ سورت نازل ہوئی، تو نبی کریم اور صحابہ ایک سال تک قیام کرتے رہے۔ بارہ ماہ تک اس کی آخری آیات نازل نہ ہوئیں۔ بالآخر آخری حصہ نازل ہوا، جس میں تخفیف کا حکم تھا۔ رات کا قیام جو پہلے فرض تھا، اب نفل ہے۔''**

(صحیح مسلم: 746)

یہ کہنا کہ ''اگر بستی میں ایک بھی پڑھ لے، سب کی طرف سے ادا ہو جائے گی......۔'' بے دلیل اور عجیب وغریب بات ہے۔

۲۷۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

**''روح تو خود حضور کے نور سے ہی پیدا ہوئی ہے۔''**

(تفسیر نور العرفان، ص463)

روح کی حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے۔ بغیر دلیل کے ایسا مبالغہ آمیز دعویٰ درست نہیں۔

۲۸۔ مفتی صاحب سورت بنی اسرائیل (۱۰۲) کے تحت لکھتے ہیں:

''یہاں ظن بمعنی یقین ہے، معلوم ہوا کہ پیغمبر ہر شخص کے انجام سے خبردار ہوتے ہیں، کہ آپ نے فرعون سے پہلے ہی فرمادیا کہ تو ہلاک ہوگا، تجھے ایمان کی توفیق نہ ملے گی اور ایسا ہی ہوا، خیال رہے کہ سعادت وشقاوت پر خاتمہ ہونا علوم خمسہ میں سے ہے، جس کا علم انبیا کرام کو رب دیتا ہے۔ ہمارے حضور نے خبر دے دی کہ ابوبکر جنتی ہیں، حسین جنتی ہیں، فلاں دوزخی ہے، وغیرہ۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص466)

اللہ تعالیٰ نے علوم خمسہ کسی کو عطا نہیں کیے۔ علم غیب اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بارے میں ہے:

﴿وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾(الأنعام: ۵۰)

''میں غیب نہیں جانتا۔''

انبیا کرام نے جو خبریں دی ہیں، وہ سب وحی سے دی ہیں۔

۲۹۔ مفتی صاحب سورت بنی اسرئیل (۱۰۵) کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ہر بیماری کا علاج ہے، بیماری کی جگہ ہاتھ رکھ کر یہ پڑھ کر دم کرے، ان شاء اللہ شفا ہوگی۔ محمد ابن سماک کو حضرت خضر علیہ السلام نے یہ دعا بتائی تھی۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص466)

خضر علیہ السلام نبی ہیں۔ یہ اللہ کے نبی پر جھوٹ ہے۔

۳۰۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور تو باذن پروردگار مختار ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص466)

نبی کریم ﷺ کے اختیار میں کچھ نہیں۔ آپ کے مختار ہونے پر قرآن وحدیث میں کوئی دلیل نہیں۔ ائمہ اہل سنت میں سے کوئی بھی نبی کریم ﷺ کو باذن پروردگار مختار نہیں کہتا۔

مافوق الاسباب اُمور میں سے مخلوق کے اختیار میں کچھ نہیں، مثلاً ہدایت کی توفیق دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنے چچا ابوطالب کو ایمان نصیب نہ کر سکے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾(القَصص : ٥٦)

''اے نبی! آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، البتہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرماتا ہے اور وہ ہدایت یافتگان سے بخوبی واقف ہے۔''

یہ آیت کریمہ بالاتفاق ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ عَلٰى أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَبِي طَالِب، وَكَذَا نَقَلَ إِجْمَاعُهُمْ عَلٰى هٰذَا .

''مفسرین کرام کا اتفاق ہے کہ یہ آیت کریمہ ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ امام زجاج رحمہ اللہ (معانی القرآن واعرابہ: ٤/١٤٩) وغیرہ نے بھی مفسرین کا اجماع نقل کیا ہے۔''

(شرح النّووي: 41/1)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٨٥٢ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ تَخْتَلِف النَّقَلَةُ فِي أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَبِي طَالِبٍ .

''ناقلین کا کوئی اختلاف نہیں کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔''

(فتح الباري : 506/8)

❀ یہ آیت بھی ملاحظہ فرمائیں:

﴿قُلْ لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾(الأعراف : ١٨٨)

''اے نبی! کہہ دیجیے، میں اپنی جان کے نفع ونقصان کا بھی مالک نہیں، مگر جو اللہ چاہے، میں غیب جانتا ہوتا، تو بہت سی بھلائیاں سمیٹ لیتا اور مجھے نقصان نہ پہنچتا، میں تو صرف اہل ایمان کو ڈرانے اور خوشخبریاں سنانے آیا ہوں۔''

یہ آیت کریمہ نص ہے کہ نبی کریم ﷺ حیات مبارکہ میں بھی مختار نہ تھے، تو وفات کے بعد مختار کل کیسے؟

۳۱۔ مفتی صاحب سورت بنی اسرائیل (۱۰۶) کے تحت لکھتے ہیں:

''قرآن کا آہستہ نزول لوگوں کی تعلیم کے لیے ہے، نبی ﷺ تو سارے قرآنی احکام کے پہلے ہی ماہر تھے، جیسا کہ ﴿عَلَى النَّاسِ﴾ سے ثابت ہوا۔ اس سے حضور نبوت کے ظہور سے پہلے بھی قرآن پر عامل تھے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص466)

یہ آیت کریمہ کی تحریف اور قرآن وحدیث اور اجماع امت کی مخالفت ہے، نیز یہ کفر والحاد کی قبیح صورت ہے۔ کلام الٰہی کے نزول سے پہلے نبی کریم ﷺ قرآنی احکام کیسے

جانتے تھے اور قرآن پر عامل کیسے تھے؟ اس کے تصور سے ایک مسلمان کانپ اُٹھتا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهٖ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾(الشُّورٰی : ٥٢)

''آپ لکھنا جانتے تھے، نہ ایمان سے واقف تھے، ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح القدس جبریل امین کو (وحی دے کر) بھیجا، ہم نے اس وحی کو اپنے چنیدہ بندوں کے لیے راہ ہدایت بنا دیا اور آپ کو جادۂ مستقیم کا داعی بنا دیا۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾(النّساء : ١١٣)

''اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب و حکمت نازل کی اور آپ کو وہ کچھ سکھایا، جو آپ پہلے جانتے نہیں تھے، آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔''

❁ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ﴾(العنكبوت : ٤٨)

''نزول قرآن سے قبل آپ کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے، نہ لکھ، (کیوں کہ اگر ایسا ہوتا، تب تو) باطل لوگ شک کا شکار ہوتے۔''

۳۲۔ مفتی صاحب سورت بنی اسرائیل (۱۱۰) کے تحت لکھتے ہیں:

''ایک بار حضور ﷺ نے بہت دراز سجدہ فرمایا، جس میں آپ بار بار فرماتے تھے: یا اللہ، یا رحمٰن۔ ابوجہل بولا کہ ہم کو تو دو معبودوں کی پرستش سے منع فرماتے ہیں اور خود دو معبودوں کو پکارتے ہیں، اس کی تردید میں یہ آیت کریمہ اُتری۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص467)

یہ روایت جمیع سندوں سے ضعیف ہے۔

۳۳۔ مفتی صاحب سورت بنی اسرائیل (۱۱۰) کے تحت لکھتے ہیں:

''لہٰذا لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھانی منع ہے، کیونکہ اس میں ضرورت سے زیادہ اونچی آواز نکلتی ہے، جو کہ نماز میں ممنوع ہے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص467)

آیت سے یہ استدلال درست نہیں۔ لاؤڈ سپیکر سہولت ہے، جس کے ذریعہ سے نماز میں ضرورت کے مطابق آواز دور تک پہنچائی جاسکتی ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀